شریعت بل اور اس کے ناقدین

جناب محمد نواز صاحب ۔ رحیم یار خان

(۲)

شریعت بل پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اس سے فرقہ واریت کو ہوا ملے گی ۔ حالانکہ صورتِ حال اس کے برعکس ہے ۔ فرقہ واریت کا سبب دراصل ہے ہی یہ کہ شریعت بالادست نہیں اور معاشرہ شرعی لحاظ سے جمود اور انحطاط کا شکار ہے ۔ جب مسلمانوں کی اجتماعی زندگی پر شریعت کی بالفعل بالادستی تسلیم کر لی جائے گی تو اس سے مسلمانوں میں زندگی کی نئی لہر اس طرح پیدا ہو جائے گی جس طرح مُردہ اور بے جان تاروں میں بجلی کی رَو کے دوڑنے سے توانائی پیدا ہوتی ہے ۔ معاشرہ میں پایا جانے والا فکری اور علمی جمود بتدریج ختم ہو جائے گا ۔ اور معاشرہ میں ایک نئی نظریاتی، تہذیبی اور ثقافتی حرکت پورے زور کے ساتھ پیدا ہو گی ۔ اس حرکت سے فرقہ واریت کا وجود بالآخر تحلیل ہو جائے گا ۔

فرقہ واریت دراصل ایسے دور کی پیداوار ہے جب شریعت پر یزیدیت، ملوکیت اور آمریت نے بالادستی حاصل کر لی تھی ۔ شریعت کا نام ملوک اور سلاطین کی وجہ سے زندہ نہیں بلکہ ان مبارک ہستیوں کی وجہ سے زندہ ہے جنہوں نے ملوک و سلاطین کی مخالفت کی اور ہر دور کی یزیدیت اور آمریت کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا ۔ خود برصغیر کی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ جن لوگوں نے استعمار کا مقابلہ کیا ۔ کالے پانی کی سزائیں برداشت کیں ۔ ۱۸۵۷ء میں جہادِ آزادی کی کمان کی ۔ بنگال میں انگریزوں کے خلاف جنگ کی اور جو پورے ایک سو سال تک کبھی تحریکِ مجاہدین کی شکل میں اور کبھی تحریکِ خلافت کے انداز میں جہاد اور قربانی کی درخشاں روایات قائم کیں، وہ سب حاملینِ شریعت تھے ۔ لوگ آج جس طاغوتی تہذیب کو دانتوں سے پکڑ کر اس کی پوجا اور پرستش کو اپنا دانشورانہ کمال سمجھتے ہیں اسے

بوریہ نشین اور حجرہ مکین اہلِ حق نے پاؤں کی ٹھوکر سے رد کر دیا تھا۔

کیا کوئی ایسا محقق ہے جو تاریخ کے کشکول سے کسی ایسے حق پرست عالمِ دین کی نشان دہی کر سکے جس کے وجود سے بزیدیت اور آمریت کو تقویت ملی ہو۔ یا اُس نے جھوٹے اقتدار کے ساتھ ساز باز کر کے مغربی فاشزم قائم کی ہو۔ ابوالفضل فیضی اور مخدوم الملک جیسے نمائشی علماء ہر دور میں موجود رہے ہیں۔ اور آج بھی دانشورانہ رنگ و روپ میں طاغوتی نظام کی خدمت اور اس کے تحفظ کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ اور جنہیں خدا اور اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے کد ہے۔ مگر رومن لاپر استوار ہونے والے باطل نظام قانون سے بے حد پیار ہے۔

شریعت بِل پر تمام مسلمہ دینی فرقے بڑی حد تک متحد ہیں۔ اور مسلمہ دستوری اور قانونی نکات پر پاکستان کے تمام مکاتیب فکر کا اجماع ہے۔ اور جوں جوں شریعت کی بالادستی کی تحریک آگے بڑھتی جائے گی اسی نسبت سے اہلِ حق کا اتحاد وسیع تر ہوتا چلا جائے گا۔

شریعت بِل کے ناقدین کو تمام دینی فرقوں کا اتحاد گوارا ہی نہیں۔ اگر فرقہ واریت کو ہوا ملے اور انتشار اور افتراق کی فضا میں اضافہ ہو تو یہ بات انہیں بیحد محبوب ہے۔ جس بات پر وہ گڑھ رہے ہیں اور کئی سالوں سے جس بات کے لیے وہ کوشاں ہیں وہ یہ نہیں کہ مسلمان فرقوں میں اتحاد پیدا ہو بلکہ یہ ہے کہ ان میں باہمی جنگ وجدال کی فضا پیدا ہو۔ یہ دانشور دراصل " بی جمالو " کا کردار ادا کر کے مختلف فرقوں کو باہم لڑانا چاہتے ہیں۔ پچھلے چند برس میں حکمران طاقت اور قلم دان طاقت دونوں نے علماء میں افتراق پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

شریعت بِل پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اس سے ۱۹۷۳ء کا دستور ختم ہو جائے گا۔ شریعت کی بالادستی سے دستور میں کئی ترامیم کرنا پڑیں گی۔ اِس سلسلے میں ایک اہم سوال جو ہمارے دین و ایمان سے تعلق رکھتا ہے ، یہ ہے کہ حقیقتاً بالادستی کسے حاصل ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کو جو ہمارا حقیقی حاکم ہے یا پارلیمنٹ کو۔ اگر ہم واقعی اللہ تعالیٰ کو قانون دہندہ مان کر اس کے قانون کو بالاتر تسلیم کرتے ہیں۔ تو پھر دستور، پارلیمنٹ اور حکومت اور اس کے جملہ مناصب کو شریعت کے تابع ہونا پڑے گا۔ جو شخص انسانی قوانین ، مُلکی اداروں اور حکومت پر شریعت کی بالاتری کا عقیدہ نہیں رکھتا اُسے

پہلے اپنے دین و ایمان کی خیر منانی چاہیے اور پھر اپنی دانشوری کے کمالات کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ شریعت بل کے پاس ہو جانے کے بعد آئین میں ترمیم کرنا پڑے گی۔ ضابطہ اور معروف طریق کار کے مطابق اگر آئین میں ترمیم کی جائے تو اس میں اعتراض کا کونسا پہلو ہے۔ اعتراض اس وقت پیدا ہوتا ہے جب آئین میں ترمیم کے لیے معروف طریق کار اختیار نہ کیا جائے اور حکومتی جبر اور جبر سے اس میں زبردستی ترمیم کی جائے۔ جب شریعت بل پاس ہو جائے گا اور شریعت کی بالادستی کو آئینی طور پر تسلیم کر لیا جائے گا تو پھر کوئی شخص اس میں من مانی ترامیم کا "جھٹکا" نہ کر سکے گا۔

شریعت کی بالادستی قائم کرنے کی راہ آسان نہیں۔ اس میں ابھی بہت سی رکاوٹیں حائل ہیں۔ بیوروکریسی، غیر ملکی استعماری طاقتیں اور ہمسایہ ملکوں کی سازشیں اس راہ کی سنگ گراں ہیں بعض سیاسی جماعتوں کا وجود جن کے سایہ میں "توڑ دو توڑ دو پاکستان توڑ دو" کے نعرے بلند ہو رہے ہیں، پاکستان اور اس کے نظریے کے لیے چیلنج کا درجہ رکھتی ہیں۔ دہشت گردی اور لاقانونیت نے ملکی سالمیت کے لیے خطرے کا الارم بجا دیا ہے۔ قادیانیت، سوشلزم اور سیکولرازم کے پردے میں سازشوں کے جال بچھا رہے ہیں۔ اور پاکستان کی سالمیت اور اس کے نظریاتی استحکام پر ضرب لگانے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔

ان حالات میں ان لوگوں پر جو اخلاص کے ساتھ شریعت کی بالادستی کے لیے کوشش کر رہے ہیں، یہ ذمہ داری عاید ہوتی ہے کہ وہ اس تحریک کو آگے بڑھانے کے لیے حکیمانہ منصوبہ بندی کریں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ:

۱۔ پاکستان کی تمام دینی جماعتیں اور دینی عناصر شریعت کی بالادستی قائم کرنے کے مقصد کے لیے ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر جمع ہوں۔

۲۔ پاکستان میں ہر سطح پر دینی اور نظریاتی قیادت کی بے حد کمی پائی جاتی ہے۔ ہر دینی جماعت کا فرض ہے کہ وہ اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرے اور ہر سطح پر اسی کے مناسب منصوبہ بندی کرے۔

(باقی بر صفحہ ۹۷)